درس حدیث

سند حدیث کی اہمیت

عبدالواحد عبداللہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "اتقوا الحدیث عنی الا ماعلمتم فمن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار"(جامع الترمذی مع تحفة الاحوذی کتاب القراء ات)

(ترجمہ)"حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کرنے میں احتیاط برتو سوائے ان احادیث کے جن کا تمہیں علم ہے یہ اس لئے کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا پڑے گا۔"

امام ترمذی نے کہا کہ اس باب کی احادیث حضرت ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان غنی'الزبیر بن العوام' سعید بن زید' عبداللہ بن عمرو' جابر بن عبداللہ' عبداللہ بن عباس'ابو سعید الخدری' عمرو بن عبسة'عقبة بن عامر' معاویة' بریدة'ابو موسیٰ الغافقی'ابو امامة الباہلی' عبداللہ بن عمرو المقنع اور اوس ثقفی رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہیں۔ (ترمذی تحقیق احمد شاکر ۵ ۳۴)

امام ابن الصلاح نے حدیث (من کذب علی ۔۔) کو متواتر کی یکتا و تنہا مثال قرار دی ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۳۵)

امام ابن حجر نے اس پر رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ صرف یہ حدیث ہی نہیں بلکہ حدیث متواتر بکثرت موجود ہیں۔ (شرح نخبة الفکر ص ۱۳)

معاصر اہل علم بھی اس حدیث کو متواتر قرار دیتے ہیں۔ (صحیح سنن ترمذی للالبانی ۲ ۳۳۸'تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۹)

حدیث مذکور سے واضح ہوتا ہے کہ من گھڑت روایات کا بیان کرنا اور ان کو لوگوں میں پھیلانا جائز نہیں ہے اور جس طرح حدیث وضع کرنا جرم عظیم ہے'اسی طرح ایسی روایات کی عوام میں اشاعت بھی گناہ ہے۔ اس قسم کی روایات کا بیان اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ ان کی اصلیت اور حقیقت بھی بے نقاب کر دی جائے۔

اسی طرح جس روایت کا مأخذ (سرچشمہ) یا سند معلوم نہ ہو'اس کو بھی بلا تحقیق لوگوں میں پھیلانا جائز نہیں۔

اس طرح کی بے احتیاطی سے بہت سی بے بنیاد روایات اور گمراہ کن خرافات مسلمانوں کے لٹریچر میں شامل ہو گئی ہیں جن کی بنا پر عقائد و اعمال کے لحاظ سے بہت سی ضلالتیں اور بے اعتدالیاں مسلم معاشرے میں جڑ پکڑ گئی ہیں۔

مذکورہ روایت سے سند کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ راوی کے صادق و کاذب ہونے کی پہچان سند کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

حدیث نبوی دو اجزاء پر مشتمل ہے: سند اور متن۔

سند لغت میں معتمد کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے "فلان سند" ای معتمد یعنی وہ معتمد ہے۔ حدیث کی صحت و ضعف کا دارومدار سند پر ہے۔ اس لئے راویان حدیث کے سلسلے کو سند کہا جاتا ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں سند یہ ہے: "الطریق الی المتن" یعنی متن حدیث تک پہنچنے کا ذریعہ و راستہ۔ (السیوطی، تدریب الراوی ص ۴۱)

متن سے مراد حدیث کی عبارت ہے۔ اور لغت میں اس کا معنی سخت اور بلند زمین ہے۔ کلمات نبویہ پر مشتمل ہو تو حدیث قولی کہلاتی ہے۔ اور حکایت فعل نبوی ہو تو حدیث فعلی اور قول و فعل صحابی سے آگاہی پر عدم اعتراض نبوی ہویدا ہو تو حدیث تقریری ہوتی ہے۔

سند کی اہمیت: سند کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ جس کا اندازہ درج ذیل احادیث سے ہوتا ہے:

(۱) عن ابن ابی بکرة عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال فی خطبة یوم النحر: "لیبلغ الشا هد الغائب فان الشاهد عسیٰ ان یبلغ من هو اوعیٰ له منه" (صحیح البخاری کتاب العلم ۱۹۰ ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ "جو مجمع میں حاضر ہیں وہ میری باتیں ان لوگوں کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ حاضر کی نسبت غائب زیادہ قوت حافظہ رکھتا ہو۔" غائب سے مراد دو قسم کے افراد ہو سکتے ہیں:

ا۔ جو زندہ تھے لیکن حجۃ الوداع میں شریک نہ ہو سکے۔

۲۔ بعد میں آنے والی نسل۔ اسی فرمان کی بناء پر صحابہ کرام نے جو کچھ سنا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا وہ تابعین تک منتقل کر دیا اور تابعین نے یہ مبارک ذخیرہ اپنے تلامذہ تبع تابعین تک پہنچا دیا۔ اس طرح یہ احادیث نبویہ سینہ بسینہ و کتاب در کتاب ہم تک پہنچ گئیں۔

(۲) عن فاطمة بنت قيس قالت ذكرت للنبی صلی الله عليه وآله وسلم ان معاوية بن ابی سفيان واباجهم خطبانی: فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "اما ابوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه" وفی رواية "فرجل ضراب للنساء" واما معاوية فصعلوك لامال له" (صحیح مسلم ۱۰/ ۹۷ مع شرح النووی)

حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے ابوجہم تو وہ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں ہٹاتے' ایک روایت یہ ہے کہ یہ عورتوں کو مارنے والا' تیز طبیعت کا آدمی ہے اور معاویہ تو فقیر ہیں' ان کے پاس خرچ کیلئے کوئی مال نہیں۔

اس حدیث میں دو صحابیوں کے عیب ان کی غیر حاضری میں بیان کئے گئے ہیں۔ کیونکہ اس سے مقصود ایک خاتون بلکہ ایک خاندان کی خیر خواہی ہے' تو اس کو غیبت قرار نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح بدرجہ اولیٰ دین کے تحفظ کیلئے راویوں پر جرح وقدح بھی امت مسلمہ کی خیر خواہی شمار ہوگی۔ حقیقت میں یہ تعمیل ہے اس حدیث نبوی کی جس میں ارشاد ہے "الدين النصيحة" الدين النصيحة" الدين النصيحة قالوا لمن يا رسول الله؟ قال لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم" (صحیح مسلم ۲/ ۲۷۔ کتاب الایمان)

"دین نصیحت کا نام ہے۔ (تین مرتبہ فرمایا) صحابہ نے دریافت کیا: کس کیلئے ہے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کیلئے اس کی کتاب کیلئے' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے' مسلمانوں کے سربراہوں کیلئے اور سب عوام کیلئے ہے۔"

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر جھوٹ مت باندھو اس لیئے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ دوزخ میں داخل ہو کر رہے گا۔" (صحیح مسلم ۱/ ۶۶)

(۴) حضرت ابوھریرۃ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آخری زمانے میں ایسے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے' جو تمہارے پاس ایسی روایات لائیں گے۔ جن کو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے باپ دادوں نے' تم ان سے دور رہو' وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں ڈالنے نہ پائیں۔" (مقدمہ صحیح مسلم ۱/ ۷۸)

(۵) حضرت ابوھریرہ راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انسان کے جھوٹے ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ بس جو کچھ وہ سنے دوسروں کے سامنے بیان کرے" (مسلم ۱/ ۷۳) یعنی راوی کی تحقیق کئے بغیر

سنی سنائی باتوں کو دوسروں تک پہنچانا بھی جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے۔

خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنے میں جو بے احتیاطی برتی جاتی ہے اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے سبق لینا چاہئے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی عام انسان پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا، تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔" (مقدمہ صحیح مسلم ۱ ۶۹۔۷۱)

اسی لئے صحابہ کرامؓ احادیث بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کیا کرتے تھے۔ جس کی چند مثالیں نذر قارئین ہیں:

۱۔ مجاہد تابعی سے روایت ہے کہ بشیر عدوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیثیں بیان کرنے لگے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے" لیکن حضرت ابن عباس کا یہ حال تھا کہ نہ ان کی بات پر کان دھرا اور نہ نگاہ اٹھا کر دیکھا، تو بشیر نے کہا: کیا معاملہ ہے کہ آپ میری بات نہیں سنتے ؟ میں آپ کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتا ہوں اور آپ توجہ نہیں دیتے ؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہمارا یہ حال تھا کہ جب ہم کسی کو یہ کہتے ہوئے سنتے کہ "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے" تو ہماری نگاہیں اس کی طرف فوراً اٹھ جاتیں اور کان اس طرف لگ جاتے، لیکن جب لوگوں نے رطب و یابس بیان کرنا شروع کردیا، تو ہم وہی روایات قبول کرتے ہیں جن کو ہم جانتے ہوں۔" (مقدمہ صحیح مسلم ۱ ۸۱)

(۲) "مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس تشریف لے گئے (یہ مدینہ منورہ سے مصر کا سفر تھا اور وہ صرف ایک حدیث کی تحقیق کیلئے گیا تھا) جب ابو ایوب رضی اللہ عنہ مصر کے امیر مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے، تو اطلاع ملنے پر مسلمہ رضی اللہ عنہ فوراً باہر آئے اور گلے ملے دریافت کیا کہ کیسے آنا ہوا؟ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک حدیث کے لئے"۔

(۳) مشہور تابعی محدث محمد بن سیرین فرماتے ہیں: ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم (مقدمہ صحیح مسلم ۱ ۸۴) یقیناً یہ علم حدیث دین ہے لہذا جن راویوں سے تم اپنا دین حاصل کرتے ہوں ان کے بارے میں خوب تحقیق اور چھان بین کیا کرو۔

(۴) آپ فرماتے ہیں "لم يكونوا يسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر الى اهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر الى اهل البدع فلا يؤخذ حديثهم" (مقدمہ مسلم ۱ ۸۴) اسلاف پہلے پہل حدیث کی سند نہیں پوچھتے تھے۔ جب فتنہ (فرقہ بندی) واقع ہوا تو اہل علم

حدیث کے راویوں سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ ان کا نام بتاؤ۔ پھر اہل سنت کو پہچان کر ان کی حدیث قبول کرتے تھے اور اہل بدعت کو پہچان کر ان کی روایت کو مسترد کرتے تھے۔

سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس بن کیسان سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔ تو طاؤس نے فرمایا کہ "ان كان صاحبك مليا فخذ عنه" (مسلم ۱/ ۸۵) اگر تمہارا ساتھی روایت حدیث کے شرائط پورے کرتا ہو تو اس سے علم حاصل کرو۔ (یعنی وہ صحیح عقیدے کا حامل سچا ہو اور قوی حافظہ رکھتا ہو)

(۵) ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں ایک سو ایسے دیندار لوگ پائے جن سے احادیث قبول نہیں کی جاتی تھیں کیونکہ ان میں روایت حدیث کی دیگر شرائط (قوت حافظہ) نہ ہونے کی وجہ سے تحدیث کے لائق نہیں مانے جاتے تھے۔ (مسلم ۱/ ۸۶)

(۶) قاضی مدینہ سعد بن ابراہیم الزہری فرماتے ہیں کہ "لايحدث عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا الثقات" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت صرف ثقہ (دیندار، قوی حافظہ والے) ہی کر سکتے ہیں۔ (مسلم ۱/ ۸۷)

(۷) امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء" (مسلم ۱/ ۸۷) اسناد دین کا حصہ ہے۔ اگر اسناد ہی نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا جس طرح چاہتا دین کو بیان کرتا۔

(۸) ابو اسحاق ابراہیم بن عیسیٰ طالقانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو یہ حدیث سنائی "ان من البر بعد البر ان تصلي لابويك مع صلاتك و تصوم لهمامع صومك" تو عبداللہ نے مجھ سے اس کی سند پوچھی میں نے کہا کہ اسے شہاب بن خراش نے روایت کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا "وہ ثقہ ہے' اس نے کس سے روایت کی ہے؟" میں نے کہا "حجاج بن دینار الواسطی سے" اس نے کہا "وہ بھی ثقہ ہے' اس نے کس سے روایت کی؟" میں نے کہا "اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" ابن المبارک نے فرمایا "اے ابو اسحاق بیشک حجاج بن دینار اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین اتنا بڑا فاصلہ ہے جس میں سواری کے جانور ہلاک ہوں لیکن وہاں نہ پہنچنے پائیں۔" یعنی سند میں انقطاع ہے لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں۔ پھر ابن المبارک نے فرمایا کہ والدین کی طرف سے نماز اور نفلی روزے تو اس سند کی خرابی کی وجہ سے ثابت نہیں ہوئے۔ البتہ ان کی طرف سے صدقہ کرنا ایک اتفاقی مسئلہ ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم ۱/ ۸۸۔۸۹)